حضرت مولانا محمد عباس طور
البدر اسلامک یونیورسٹی جی ٹی روڈ ساہیوال

عید میلاد کے جواز کے دلائل اور اُن کا جائزہ

دلیل نمبر ۱ : قرآن مجید میں ہے :

"یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ○ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ" (یونس : ۵۷-۵۸)

"لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفاء اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آپہنچی ہے — کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ! — تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں !"

وجہِ استدلال ظاہر ہے کہ نصیحت، شفاء، ہدایت اور رحمت سب کچھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے، اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ لہٰذا آپؐ کی ذاتِ مقدسہ کے ظہور پر جس قدر بھی خوشی منائی جائے، کم ہے۔

خود اللہ تعالیٰ بھی خوشی منانے کا حکم دیتے ہیں :

"وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" (الضحیٰ : ۱۱)

"اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجیے !"

علاوہ ازیں صحیح بخاری میں ہے :

"وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ"

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔"

جائزہ قرآنِ کریم کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو نصیحت و شفاء اور ہدایت و رحمت قرار دیا ہے، اور بلا شبہ قرآنِ مجید کی یہ نعمت آپؐ کی تشریف آوری کی بدولت ہی ملی ہے ـــــ لیکن اس مضمون اور قرآنِ کریم کی آیت سے مروجہ "عید میلاد" کا ثبوت کس طرح نکلا؟ یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوئی، لیکن آپؐ نے اس کی تشریح و تبیین میں عید میلاد کی نشاندہی نہیں فرمائی ـــــ صحابہ کرامؓ کے پیشِ نظر بھی یہ آیت رہی، لیکن اس کی روشنی میں انھیں عید میلاد کہیں نظر نہ آئی، نہ ہی انھوں نے اسے منایا ـــ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ کرام اور محدثین عظامؒ، سبھی سے یہ عید میلاد اوجھل رہی ـــ تب آج چودہ سو سال بعد اس آیت سے "عید میلاد" کا جواز کس طرح نکل آئے گا؟

۲۔ آیت میں قرآنِ مجید کے نزول کا تذکرہ ہے، لہٰذا اگر خوشی کرنی ہی ہے تو قرآنِ کریم کے نزول پر خوشی کرنی چاہیے۔ کیونکہ اسی پہ خوش ہونے کا حکم اللہ رب العزت دے رہے ہیں ـــــ لیکن یہ خوشی کس طرح ہو؟ ـــ ظاہر ہے کہ اس کے لیے نہ چراغاں کی ضرورت ہے، نہ جلسے جلوسوں کی، اور نہ دھمالیں اور نہ بھنگڑا ڈالنے کی!

ہاں بلکہ خوشی و فرحت (فَلْيَفْرَحُوا) کا تعلق دل سے ہے ـــــ صحابہ کرامؓ کو نزولِ قرآن پہ یقیناً خوشی تھی اور وہ اس بات پہ بھی اپنے دل میں فرحت و مسرت محسوس کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان راہنما انھیں ملا ہے اور اسلام ایسا کامل ترین دین انھیں عطا ہوا ہے ـــ تاہم اظہارِ فرحت کے لیے مذکورہ طور طریقے انھوں نے اختیار نہیں کیے تھے، جو ایک عام معقول انسان کے بھی شایانِ شان نہیں!

علاوہ ازیں اظہارِ فرحت کو "عید" قرار دینا بھی ضروری نہیں، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرامؓ تکمیلِ نزولِ قرآن کو "عیدِ قربان" قرار دیتے۔ اور اس اعتبار سے اگر کوئی تیسری عید اسلام میں ہوتی تو وہ "عیدِ قرآن" ہوتی، نہ کہ عید میلاد ـــــ عید میلاد کا اثبات تو پھر بھی اس آیت سے نہیں ہوتا!

۳۔ اگر محض نعمت ہونے سے "عید" کا جواز مل جاتا ہے، تو پھر تو عیدوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا ـــــ قرآنِ کریم میں ہے:

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا"
"اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو گے تو ان کا احصاء نہ کر سکو گے!"

——تب آپ کہاں تک عیدیں منائیں گے؟—— ہاں اگر کہا جائے کہ ہر نعمت پر عید کی ضرورت نہیں، صرف عظیم نعمتوں پر عید منانی چاہیے، تو ہم عرض کریں گے کہ ولادتِ نبوی سے بھی زیادہ عظیم دن وہ ہے جب آپؐ کو تاجِ نبوت پہنایا گیا—— رسالت، ولادت سے بھی بڑی نعمت ہے۔ اگر یومِ ولادت عید ہے تو یوم رسالت بطریقِ اولیٰ عید ہونا چاہیے۔ اسی طرح قرآنِ مجید کا نزول بھی بہت بڑی نعمت ہے، یوم نزولِ قرآن بھی عید کا دن ہونا چاہیے—— یوم معراج، یوم بدر، یومِ فتح مکہ بھی ایّام عید ہونے چاہئیں۔

دلیل ع۲ جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے ابولہب کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر دی تو اس نے خوشی میں اسے آزاد کر دیا۔

وجہِ استدلال حضرت عروہؒ فرماتے ہیں خواب میں حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کو ابولہب خائب و خاسر ملا اور اس نے بتایا کہ مجھے عذاب ہوتا رہتا ہے۔ ہاں پیر کی ہر رات کو عذاب میں کچھ تخفیف ہوتی ہے اور اپنی انگلیوں کے درمیان سے چند قطرے پانی بھی چوسنے کو ملتا ہے—— یہ اس لیے کہ جب میری کنیز ثویبہ نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر دی تھی تو میں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور پھر اس نے آپؐ کو دودھ بھی پلایا تھا۔

جائزہ صد افسوس کہ "عید میلاد" کے قائلین کو اس کے لیے اگر کوئی دلیل ملی ہے تو اس ابولہب کے عمل سے جو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن تھا اور جس کی ہلاکت و بدبختی کی خبر قرآن کریم میں اس کا نام لے کر دی گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کا یہ عمل اس وقت کا ہے، جب اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ میرا یہ بھتیجا نبی و رسول ہو گا۔ اس نے جو کچھ کیا، ایک رشتہ دار کی حیثیت سے اپنی خوشی کے اظہار میں کنیز کو آزاد کر کے ولادت کے خاص موقع پر کیا۔ اس واقعہ سے استدلال تب صحیح ہو سکتا تھا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابولہبی عمل کی تحسین کر کے اپنے یومِ میلاد پر خوشی منائی ہوتی، یا صحابہ کرام رضؓ نے اس حوالہ سے یوم میلاد کو بطورِ عید منایا ہوتا۔

جب اللہ تعالیٰ کے نبیؐ نے اپنے کافر چچا ابولہب کے عمل کو اختیار نہیں فرمایا، اور صحابہ کرامؓ نے بھی اسے کوئی حیثیت نہیں دی، تو پھر آج سنتِ رسولؐ اور طریقہ صحابہؓ کو چھوڑ کر "ابولہبی عمل" سے استدلال کیوں کیا جا رہا ہے؟

علاوہ ازیں احناف[۵] کا اصول ہے کہ خبرِ واحد سے قرآنی حکم کے اطلاق میں تقیید اور اس کے عموم میں تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ اس اصول کی وجہ سے انھوں نے متعدد صحیح حدیثوں کو رد کر دیا ہے ـــــ لیکن یہاں انھوں نے اپنے اس مسلّمہ اصول کو چھوڑ کر قرآنِ مجید کے مقابلے میں خبرِ واحد سے استدلال کیا ہے، اور خبرِ واحد بھی مرسل (منقطع) اور وہ بھی خواب کا ایک واقعہ ـــــ حالانکہ خواب نبی کے علاوہ کسی کا معتبر نہیں!

دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں ہے:

"لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ"

"کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا"

ابولہب کافر تھا، اس کے حق میں تخفیف کیونکر متصور ہو سکتی ہے؟

اگر کوئی کہے کہ غیر مسلم کے خواب کا فی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا قرآنِ مجید سے ثابت ہے ـــــ دیکھیے حضرت یوسفؑ کے دو ساتھی، جو کافر تھے، انھوں نے خواب دیکھے اور یوسفؑ نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں تو وہ بالکل صحیح اور سچی ثابت ہوئیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خواب کا سچا ہونا اور بات ہے، اور خواب میں عذابِ اخروی کی بابت خبر دینا اور بات ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں نے جو خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر تو خود اللہ کے پیغمبرؑ نے بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ سے علم پا کر کی تھی، جیسا کہ خود قرآنِ کریم میں بصراحت موجود ہے۔ اس کے برعکس

---

[۵] واضح رہے کہ عید میلاد کے قائلین حنفی ہونے کے دعوے دار ہیں، اور یہ ہم نے ان کے اس دعویٰ کی بناء پر ہی لکھا ہے ـــــ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں فقہ حنفی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ چنانچہ اپنے امام ابوحنیفہؒ سے بھی وہ عید میلاد کا کوئی ثبوت مہیا نہیں کر سکتے ـــــ بلکہ خود فقہ حنفی کو ماننے والے اس عید کو بدعت قرار دیتے ہیں۔

ابولہب کا واقعہ نرا ایک خواب ہے، جس کے سچا ہونے کی کوئی صراحت قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ابولہب کا یہ واقعہ (کنیز کو آزاد کرنا) شریعتِ اسلامیہ کے نزول سے پہلے کا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے بعد تو تورات وانجیل اور دیگر شرائع سماویہ تک منسوخ ہوگئیں اور ان پر عمل ذریعہ نجات نہ رہا، تو پھر ابولہب ایسے کافر کا عمل مسلمانوں کے لیے کیونکر مستحسن اور حجت بن سکتا ہے؟

مزید یہ کہ فرحت ومسرت پر تو اعتراض ہی نہیں ہے، اصل اعتراض اظہارِ فرحت ومسرت کے مصنوعی طریقوں پر ہے، جن پہ لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے بے فائدہ صرف کیئے جارہے ہیں —— کیا ان حرکتوں کو نیک عمل قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ تو سراسر اسراف وتبذیر ہے، جس کے مرتکبین کو قرآنِ کریم میں شیطانوں کا بھائی قرار دیا گیا ہے:

"اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ" (الاسراء: ۲۷)

دلیل ۳

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، کیونکہ اس دن آپؐ پیدا ہوئے تھے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کی قوم یوم عاشورہ کو روزہ رکھتے تھے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے انھیں فرعون سے نجات دلائی تھی، تو آپؐ کی ولادت کا دن بھی بابرکت ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اس دن میں خوشی منانی چاہیے۔

جائزہ | یہ درست ہے کہ نبی اکرمؐ پیر کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، لیکن یہاں عید میلاد دوسرے دنوں میں بھی منائی جاتی ہے، چنانچہ کبھی یہ منگل کو ہوتی ہے تو کبھی بدھ کو۔ وعلیٰ ھذا القیاس! —— علاوہ ازیں روزہ تو عید کی ضد ہے، عید کے دن روزہ نہیں، اور روزہ کا دن یوم عید نہیں ہوتا —— میلادیوں کو اگر کچھ کرنا ہی ہے تو اس دن روزہ رکھیں، اس میں حلوے مانڈے کی کیا تک ہے —— حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس دن روزہ رکھتے تھے، اور عاشق اس دن گلچھرے اڑائیں —— یہ عقیدت کی کون سی قسم ہے؟ —— بہرحال اس دلیل سے عید میلاد کا اثبات نہیں ہوتا، اس کے قائلین کو چاہیے کہ اس کا جواز ثابت کرنے کے لیے مزید محنت کریں۔

یہ بھی یاد رہے کہ احادیث میں پیر کے علاوہ جمعرات کے روزے کا بھی ذکر ہے جبکہ سنن نسائی اور سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت اسامہؓ کے سوال کرنے پر آپؐ نے ارشاد

فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اور میں یہ بات پسند کرتا ہوں، میرے اعمال اس حالت میں اٹھائے جائیں کہ میں روزے سے ہوں! —— اگر آپؐ کا روزہ رکھنا محض ولادت کی وجہ سے ہوتا تو آپؐ صرف پیر کا روزہ رکھتے، جمعرات کا روزہ نہ رکھتے —— پھر پیر کا روزہ بھی سال میں ایک مرتبہ رکھتے، بشرطیکہ یہ آپؐ کی تاریخ ولادت کے موافق ہوتا —— آپؐ تو ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے، جب کہ یہاں عید میلاد سال میں صرف ایک مرتبہ منائی جاتی ہے، ہر ہفتہ میں نہیں —— اور وہ بھی پیر کے علاوہ دیگر دنوں میں بھی —— فافہم وتدبر!

دلیل ۱۲ کہا جاتا ہے کہ اگر میلاد بدعت ہے، تو یہ بدعتِ حسنہ ہے، اور اس کی کئی مثالیں سابق دور میں پائی گئی ہیں۔ جیسا کہ نمازِ تراویح کی جماعت ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف تین دن باجماعت ثابت ہے۔ پھر عہدِ فاروقی میں حضرت عمرؓ نے پورا مہینہ اس کے باجماعت پڑھنے کا اجراء کیا، اور باجماعت لوگوں کو یہ نماز ادا کرتے دیکھ کر فرمایا:

"نعمة البدعة هذه!"

"یہ اچھی بدعت ہے!"

—— اسی طرح عید میلاد بھی ہے!

جائزہ نمازِ تراویح کو بدعت کہنا درست نہیں۔ یہ بدعت تب ہوتی جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہوتا —— بلکہ اس کی اصل سنت سے معلوم ہے، چنانچہ دیگر کتبِ حدیث کے علاوہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ تین دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت تراویح پڑھائیں، لیکن چوتھے دن آپؐ تشریف نہ لائے اور اس کا سبب یہ بتلایا، مجھے یہ خدشہ ہے کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے اور تم اس کی پابندی سے عاجز آ جاؤ!

پھر جب آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے اور تراویح کی فرضیت کا خدشہ زائل ہو گیا تو فراستِ فاروقیؓ نے الگ تراویح پڑھنے کی بجائے اتفاق و اتحاد کی برکت کے پیشِ نظر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اس کی باجماعت ادائیگی کا اجراء فرمایا —— اور اپنے ارشاد میں حضرت فاروقِ اعظمؓ نے جو "بدعت" کا لفظ استعمال فرمایا ہے،

تو وہ اپنے تبادر و معروف معنوں میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ "مشاکلہ" ہے، جو کہ عربوں میں مشہور تھا — یعنی ایسا لفظ استعمال کرنا جس سے اس کا اصل معنیٰ نہیں، بلکہ دوسرا معنیٰ مراد ہوتا ہے — خود قرآنِ کریم میں اس "مشاکلہ" کی مثال موجود ہے — ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً — الآیۃ (البقرۃ: ۱۳۸)

یہاں "صبغۃ" سے مراد رنگ یا پاؤڈر نہیں، بلکہ اسلام مراد ہے۔ یہی حال حضرت فاروقؓ کے استعمال شدہ اس لفظِ بدعت کا ہے — پس یہ وہ اصطلاحی بدعت نہیں، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی سے تعبیر فرمایا ہے، کیوں کہ اس نمازِ تراویح با جماعت کا اجراء سنتِ رسولؐ ہونے کے پیشِ نظر ہی کیا گیا تھا اور اس کی اصل آپؐ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے موجود تھی! علاوہ ازیں خلفائے راشدینؓ کے طرزِ عمل پر بدعت کا

اطلاق بدعت بعض امور پر: "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین"...

دلیل ۵: کہا جاتا ہے کہ قرآنِ کریم پر اعراب نہیں تھے، یہ حجاج بن یوسف ثقفی نے لگوائے، پھر یہ عمل بھی بدعت ہوا — چنانچہ اگر یہ جائز ہے، تو عیدِ میلاد کیوں ناجائز ٹھہری؟

جائزہ: یہ محض مغالطہ اور غلط فہمی ہے، ورنہ اعرابِ قرآنی بدعت کے ضمن میں ہرگز نہیں آتے۔ بلکہ یہ چیز مصالحِ مرسلہ کے باب سے ہے، اور جن کا تعلق "دینی امور میں سے کسی حرج کے رفع کرنے، یا کسی ضروری امر کی حفاظت کے لیے اقدام کرنے" سے ہے۔

اعرابِ قرآنی کے علاوہ مصالحِ مرسلہ کی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں، مثلاً جمع و تدوینِ قرآن، جمعہ کی پہلی اذان، مساجد کے مینار، مساجد میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی اسی قبیل سے ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کرنا، حضرت عمر فاروقؓ کا مجلسِ واحد کی تین طلاقوں کا تین ہی نافذ کر دینا اور صدقات سے مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کرنا، خراجِ دیوان اور جیلوں کا اجراء، بھوک اور قحط سالی میں چوری کی حد یعنی قطع ید موقوف کرنا وغیرہ سب اپنے اپنے وقت کی اہم ضرورتیں، دینی اعتبار سے مفید اور دافعِ ضرر امور تھے — اسی طرح ائمہ مجتہدین کی طرف سے بعض ضروری قواعد بھی وضع کیے گئے، جو کہ مصالحِ مرسلہ ضروریہ سے ہیں!

پس اعرابِ قرآنی کو عیدِ میلاد کے لیے بطورِ استدلال قطعاً استعمال نہیں کیا جا سکتا، جو واضح طور پر بدعت ہونے کے علاوہ غیروں کی نقالی بھی ہے، جیسے عیسائی کرسمس ڈے مناتے ہیں — اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر قسم کی بدعات سے محفوظ فرمائے — آمین! ثم آمین!